دوسرے حصّے میں وہ بنیادی اصول بتائے گئے ہیں، جن پر انسانی تمدن و اخلاق کی تعمیر ہونی چاہیے۔ یہ چودہ اصول ہیں:

۱- صرف اللہ کی بندگی کی جائے اور اقتدارِ اعلیٰ میں اس کے ساتھ کسی کی شرکت نہ تسلیم کی جائے۔

۲- تمدن میں خاندان کی اہمیت ملحوظ رکھی جائے، اولاد والدین کی فرماں بردار وخدمت گزار ہو اور رشتہ دار ایک دوسرے کے ہمدرد و مددگار ہوں۔

۳- سوسائٹی میں جو لوگ غریب یا معذور ہوں یا اپنے وطن سے باہر مدد کے محتاج ہوں وہ بے وسیلہ نہ چھوڑ دیے جائیں۔

۴- دولت کو فضول ضائع نہ کیا جائے۔ جو مال دار اپنے روپے کو برے طریقے سے خرچ کرتے ہیں وہ شیطان کے بھائی ہیں۔

۵- لوگ اپنے خرچ کو اعتدال پر رکھیں، نہ بخل کر کے دولت کو روکیں اور نہ فضول خرچی کر کے اپنے لیے اور دوسرے کے لیے مشکلات پیدا کریں۔

۶- رزق کی تقسیم کا قدرتی انتظام جو خدا نے کیا ہے، انسان اس میں اپنے مصنوعی طریقوں سے خلل نہ ڈالے۔ خدا اپنے انتظام کی مصلحتوں کو زیادہ بہتر جانتا ہے۔

۷- معاشی مشکلات کے خوف سے لوگ اپنی نسل کی افزایش نہ روکیں، جس طرح موجودہ نسلوں کے رزق کا انتظام خدا نے کیا ہے آنے والی نسلوں کے لیے بھی وہی انتظام کرے گا۔

۸- خواہشِ نفس کو پورا کرنے کے لیے زنا کا راستہ برا راستہ ہے۔ لہٰذا نہ صرف زنا سے پرہیز کیا جائے بلکہ اس کے قریب جانے والے اسباب کا دروازہ بھی بند ہونا چاہیے۔

۹- انسانی جان کی حرمت خدا نے قائم کی ہے۔ لہٰذا خدا کے مقرر کردہ قانون کے سوا کسی دوسری بنیاد پر آدمی کا خون نہ بہایا جائے، نہ کوئی اپنی جان دے، نہ دوسرے کی جان لے۔

۱۰- یتیموں کے مال کی حفاظت کی جائے جب تک وہ خود اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کے قابل نہ ہوں۔ ان کے حقوق کو ضائع ہونے سے بچایا جائے۔

۱۱- عہدو پیمان کو پورا کیا جائے۔ انسان اپنے معاہدات کے لیے خدا کے سامنے جواب دہ ہے۔

۱۲- تجارتی معاملات میں ناپ تول ٹھیک ٹھیک راستی پر ہونا چاہیے۔ اوزان اور پیمانے صحیح رکھے جائیں۔

۱۳- جس چیز کا تمھیں علم نہ ہو اس کی پیروی نہ کرو۔ وہم اور گمان پر نہ چلو کیونکہ آدمی کو اپنی تمام قوتوں کے متعلق خدا کے سامنے جواب دہی کرنی ہے کہ اس نے انھیں کس طرح استعمال کیا۔

۱۴- نخوت اور تکبر کے ساتھ نہ چلو۔ غرور کی چال سے نہ تم زمین کو پھاڑ سکتے ہو، نہ پہاڑوں سے اونچے ہو سکتے ہو۔

یہ چودہ اصول جو معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیے گئے تھے، ان کی حیثیت صرف اخلاقی تعلیمات ہی کی نہ تھی بلکہ یہ وہ پروگرام تھا جس پر آپ کو آیندہ سوسائٹی کی تعمیر کرنی تھی۔ یہ ہدایات اس وقت دی گئی تھیں جب آپ کی تحریک عنقریب تبلیغ کے مرحلے سے گزر کر حکومت اور سیاسی اقتدار کے مرحلے میں قدم رکھنے والی تھی۔ لہٰذا یہ گویا ایک مینی فسٹو تھا جس میں یہ بتایا گیا تھا کہ خدا کا پیغمبر ان اصولوں پر تمدن کا نظام قائم کرے گا۔ اسی لیے معراج میں یہ ۱۴ نکات مقرر کرنے کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے تمام پیروان اسلام کے لیے پانچ وقت کی نماز فرض کی تاکہ جو لوگ اس پروگرام کو عمل کا جامہ پہنانے کے لیے اٹھیں ان میں اخلاقی انضباط پیدا ہو اور وہ خدا سے غافل نہ ہونے پائیں۔ ہر روز پانچ مرتبہ ان کے ذہن میں یہ بات تازہ ہوتی رہے کہ وہ خود مختار نہیں ہیں بلکہ ان کا حاکمِ اعلیٰ خدا ہے جس کو انھیں اپنے کام کا حساب دینا ہے۔

اپنے روزانہ کے پروگرام میں

تفہیم القرآن سے آدھا گھنٹہ، گھنٹہ

.... **قرآن کا مطالعہ بھی رکھیں** ....

اس کے فوائد آپ کو بچشمِ سر خود نظر آئیں گے

ہماری دعوت کی وسعت!

حسن البنا شہیدؒ / ترجمہ: ابوالخیر عثمانی

ہم دینِ اسلام کی دعوت اور تحریک الاخوان المسلمون کے اغراض و مقاصد اس طرح پیش کرنا چاہتے ہیں جو نُور سے زیادہ روشن، شعاعِ آفتاب سے زیادہ تابناک اور دن کی روشنی سے زیادہ شفاف ہوں۔ جن میں کوئی ایچ پیچ، اُلجھن، دھندلاپن یا شک و شبہہ نہ پایا جائے۔ تاہم، اس سے پہلے قوم کو آگاہ کر دینا چاہتے ہیں کہ یہ دعوت اور یہ تحریک الاخوان المسلمون: شخصی مقاصد، اغراض اور وقتی منافع سے بالکل پاک ہے۔ اسے خواہشات اور اغراض کی ہوا تک نہیں لگی اور نہ ان شاء اللہ لگے گی۔ ہم نے ان چیزوں کو دفن کر دینے کے بعد دعوت کی بنیاد رکھی ہے۔

ہماری تحریک کے دو حصّے ہیں: ایک حصّہ ایجابی ہے اور وہی اصل ہے بلکہ وہی کُل ہے۔ دوسرا حصّہ سلبی ہے۔ اس حصّے میں ہم دنیا کی دوسری قومی، وطنی، جمہوری، اشتراکی، اخلاقی یا رُوحانی تحریکوں کی کمزوریاں، اُن کی وقتیت، محدودیّت اور جزویّت بیان کرتے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ ان کے مقابل میں اس تحریک کی جامعیت و افادیت اور اس کی ہمہ گیری کو پیش کرتے ہیں۔

اسلام کا جامع تصور

ہم اپنی تحریک کے ایجابی پہلو کو اختصار کے ساتھ پیش کرنے کے لیے کہتے ہیں کہ دنیا کو ہم اسلامیت کی طرف بلاتے ہیں۔ ممکن ہے آپ حیران ہوں کہ اس میں 'اخوان' کی کیا خصوصیت ہے؟ اسلام تو ایسا جامع کلمہ ہے کہ دنیا کا ہر مسلمان اور مسلمانوں کی ہر چھوٹی بڑی تنظیم اسلام ہی کا نام لیتی ہے، مگر آپ کی حیرانی دیر تک نہیں قائم رہ سکتی۔ سنیے، ہم اسلام کا نام لیتے ہیں تو اس کا وہ تنگ اور محدود مفہوم نہیں مراد لیتے، جو ہماری قوم کے اکثر اہلِ علم سمجھتے ہیں اور اسی کے مطابق عمل

کرتے ہیں۔ اس تنگ مفہوم کی وجہ سے اسلام اپنوں اور غیروں کے سامنے ویسی ہی غیر متوازن اور غیر متناسب شکل میں آتا ہے، جیسے دوسرے مذاہب ہیں۔ ہم اسلام کو ایک ایسا ہمہ پہلو ضابطۂ حیات سمجھتے ہیں جو انسانی زندگی کے تمام شعبوں اور پہلوؤں کو اپنی گرفت میں لیتا ہے۔ اسلام صرف مسجدوں اور خانقاہوں کی راہ نہیں دکھاتا بلکہ حکومت کے ایوانوں کو بھی ایک محکم نظام عطا کرتا ہے اور تمام انفرادی اور اجتماعی معاملات و مسائل میں اپنا خاص نقطۂ نظر اور لائحہ عمل پیش کرتا ہے۔

اسلام کی نمایندگی کرنے اور مسلمانوں کی جماعت بلکہ مسلمان ہونے کے معنی یہ ہیں کہ نہ صرف انفرادی سیرت و اخلاق کی تعمیر اور عبادت و ریاضت کی ادایگی اسلامی ہدایت کے مطابق کی جائے بلکہ اجتماعی زندگی کے کُل معاملات اور جملہ مسائل اسی کی رہنمائی میں مرتّب اور حل کیے جائیں۔ چاہے ان معاملات کا تعلق صنعت و حرفت اور تجارت و زراعت سے ہو، یا ان کا تعلق پولیس اور عدالت سے، یا جرائم اور ان کی سزاؤں سے ہو، یا تہذیب و معاشرت، تمدّن و سیاست اور بین الاقوامی تعلقات سے ہو۔ ہم چاہتے ہیں کہ ریاست کا نظام چلانے کے لیے کابینہ بنے اور ریاستی سطح پر قوانین مرتب یا نافذ کیے جائیں تو، صلح و جنگ کے مسائل پیش آئیں تو، عدل و انصاف کے محکمے قائم کیے جائیں تو، مقدمات کے فیصلے اور جرائم کی سزائیں دی جائیں تو، اقتصادی اور معاشی پروگرام بنائے جائیں تو، معاشرت و تہذیب کے مظاہرے پیش کیے جائیں تو، نظام ہاے تعلیم رائج کیے جائیں تو، بہرصورت اسلام سے اور صرف اسلام سے رہنمائی حاصل کی جائے۔

اسلام کی جس وسعت کو ہم پیش کر رہے ہیں اور جس اسلامیت کی طرف دعوت دے رہے ہیں، یہ نہ تو ہمارے ذہن کی اختراع ہے، اور نہ یہ صرف زبانی دعویٰ ہے بلکہ کتاب و سنّت اور صحابہؓ و سلف صالحینؒ کی سیرت سے ہم نے یہی سمجھا ہے۔ اسلام کی جتنی تشریحات اور تعبیریں ہم نے کی ہیں وہ سب کتاب اللہ سے ماخوذ ہیں۔ سنتِ نبویؐ، اللہ کی کتاب کی اوّلین شرح ہے۔ صحابہ کرامؓ اور سلف صالحینؒ اسلامی تعلیمات پر بہترین عمل کرنے والے، اس کے قوانین کو نافذ کرنے والے، اور اس اسلامیت کے بے مثل نمونہ ہیں، جس کی طرف ہم بلا رہے ہیں۔ اگر کوئی شخص چاہے تو شخصی اغراض و ذاتی خواہشات اور جملہ تعصبات سے خالی الذہن ہو کر قرآن پاک اُٹھائے اور کھول کر بیٹھ جائے، اس پر غور کرے اور تمام اوامر و نواہی کا اپنے آپ ہی کو مخاطب تصور کرے، تو